تفسیر روح المعانی میں امام آلوسیؒ کا منہج: ایک تحقیقی جائزہ

A Critical Analysis of the Methodology of Imam Alusi (R.A) in Tafseer Rooh ul Ma'ani

محمد طاہر*

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن**

Abstract:

To understand the commentary of the Holy Quran is a complex matter. Since the time of Holy Prophet Muhammad (S.A.W) till date the commentators have come to interpret the Holy Quran for general public so that they should not face any difficulty to understand it. The Muhadithen made a separate chapter for Tafseer. In 19th century Imam Alusi (R.A) wrote a detailed commentary of the Holy Quran. In this article I will produce a brief introduction of Imam Alusi (R.A) and his Tafseer. This paper touches the methodology of tafseer of Imam Alusi (R.A) and the principles adopted by him.

Keywords: Tafseer, Imam Alusi, Rooh ul Ma'ani, Methodology

قرآن کریم کی توضیح و تشریح کے لیے تفسیر کا لفظ استعمال ہوتا ہے، قرون اولٰی سے دور حاضر تک ہزاروں علماء اور مفسرین نے قرآن مجید کے معانی و مفہوم کی وضاحت کے لیے تفاسیر لکھی ہیں، ہر تفسیر میں مصنف کا اپنا منہج ہوتا ہے، جسے معلوم کیے بغیر اس تفسیر سے استفادہ کرنا صحیح معنوں میں مشکل ہوتا ہے، تفسیر روح المعانی، امام شہاب الدین آلوسیؒ کی تصنیف ہے، زیر نظر مقالہ میں آپ کا تفسیری منہج تحقیقی انداز میں بیان کیا جاتا ہے، مگر اس سے پہلے امام آلوسیؒ کے مختصر حالات پیش کیے جاتے ہیں۔

---

* پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر، ملاکنڈ یونیورسٹی، لوئر دیر۔

** ڈین فیکلٹی آف آرٹس اینڈ ہیومینیٹیز، یونیورسٹی آف ملاکنڈ، لوئر دیر۔

امام آلوسی رحمہ اللہ کا مختصر تعارف:

نام ونسب: سید شہاب الدین محمود بن سید عبد اللہ آفندی، الآلوسی[1]، بغدادیؒ[2]۔ ابوالثناء کنیت اور شہاب الدین لقب تھا[3]۔ شریف النَسَبین تھے۔ والد کی طرف سے نسبی حُسینی اور والدہ کی طرف سے حَسَنی تھے۔ اپنے نسب کے بارے میں سورۃ الشعراء کے آخر میں رقم طراز ہیں:

میں اس بات پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ مجھے عالی نسب میں پیدا کیا اور ایمان کے زیور سے آراستہ کر دیا، سید الکونین ﷺ کے اولاد میں ولادت نصیب فرمائی، کیونکہ میں ماں کی طرف سے سیدنا حسن اور باپ کی طرف سے سیدنا حسین کے اولاد میں سے ہوں[4]۔

ولادت: آپ نے ۱۴ شعبان بروز جمعہ ۱۲۱۷ھ = ۱۸۰۲ء کو بغداد میں سید عبد اللہ بن محمود الآلوسی کے ایک ایسے علمی گھرانے میں آنکھ کھولی[5]۔ جہاں کے شب وروز دینی اذکار واسلامی فکار سے مملو تھے، جس میں مجالس العلم منعقد ہوتے تھے اور جہاں سے علوم اسلامیہ کے سرچشمے پھوٹتے تھے۔

حصول علم:

علامہ آلوسیؒ کا تعلق بغداد کے معروف علمی خاندان سے تھا۔ آپ کا گھر علم کی تجلّیوں سے معمور تھا۔ آپ کے والد خود مدرس تھے جن کی آغوش تربیت میں علامہ آلوسیؒ نے پرورش پائی اور صغر سنی سے طلب علم کا شوق پروان چڑھنے لگا۔ خداداد ذہانت و فطانت اور اپنے شوق کی وجہ سے سب سے پہلے امام آلوسیؒ نے قرآن حفظ کیا۔ اس کے بعد علوم دینیہ کے حصول میں لگ گئے، دس سال کی عمر تک تمام ابتدائی علوم اپنے والد سے حاصل کیے۔ طلب علم کے سلسلے میں صرف اپنے علاقے تک محدود نہیں رہے بلکہ بغداد اور قرب وجوار کے ممتاز علماء اور اکابرین فقہاء سے استفادہ کیا[6]۔ جن میں سے چند مشہور شیوخ کے نام زیب قرطاس ذیل ہیں:

سید عبد اللہ بن محمود آلوسیؒ، سید علی بن سید احمدؒ، خالد بن حسین، ضیاء الدین النقشبندیؒ، عبد العزیز بن محمد شوافؒ، شیخ یحییٰ المزوری العمادیؒ، عبد الغفار بن عبد الواحد بن وہب، المعروف بعبد الغفار الاخرسؒ، محمد اسعد حیدریؒ، ملادرویشؒ اور حمد الزندؒ۔

حلقہ درس اور تلامذہ:

علم و فضل میں کمال کے سبب اللہ تعالیٰ نے آپ کو بڑی شہرت و ناموری عطاء فرمائی تھی۔ آپ کی ذات طالبانِ علوم کی مرجع بن گئی۔ شباب ہی سے آپ اہل علم کی توجہ کا مرکز بن گئے تھے۔اسی وجہ سے بغداد اور دیگر علاقوں کے طالبان علم جوق در جوق آپ کی مجلس درس میں حاضر ہو کر اکتساب علم و فن کرنے لگے۔آپ کی پر وقار مجلس سے فیض پانے والوں کی تعداد شمار سے زیادہ ہے، سید محمود شکری آلوسیؒ ان کے تلامذہ کے متعلق لکھتے ہیں: آپ کی علمی مجلسوں سے فائدہ اٹھانے والوں کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ ہر طرف سے طالبان علم ان کے حلقہ درس میں شامل ہو کر اپنا علمی پیاس بجھاتے رہے[۷]۔

صاحب فہرس الفہارس لکھتے ہیں: آپ کے علمی فیضان سے بہت سے لوگ بہرہ یاب ہوئے[۸]۔

ان کے تلامذہ کے صفوں میں ایسے مقتدر اصحاب علم بھی ہیں جو آسمان علم پر چاند سورج بن کر چمکے اور ان کی تابانیوں سے ایک عالم منور ہوا، چند نامور تلامذہ یہ ہیں:

سید عبدالرحمٰن آلوسیؒ، سید عبد الحمید آلوسیؒ، عبداللہ بہاء الدین بن محمود بن عبد اللہ آلوسیؒ، سعد الدین بن محمود المعروف بعبد الباقیؒ، عبد الفتاح بن الحاج شواف زادہ بغدادیؒ، محمد امین آفندیؒ، محمد بن حسینؒ اور محمد امین ادہمیؒ۔

مؤلفات:

علامہ شہاب الدین آلوسیؒ نے جہاں اپنے علم و فن سے درس وتدریس کے ذریعہ لوگوں کو فائدہ پہنچایا وہیں اپنے وسیع معلومات اور علمی تحقیقات سے مستقبل میں آنے والی نسلوں کے استفادہ کے لیے مختلف الانواع گراں قدر مصنفات یادگار چھوڑیں جو کمیت و کیفیت ہر لحاظ سے کافی اہمیت رکھتی ہے۔انہوں نے ایسے اہم موضوعات پر قلم اٹھایا جس کا آپ کے زمانہ میں سخت ضرورت تھی۔

آپ کی تصنیفات کے متعلق محمد بہجۃ اثری لکھتے ہیں: علامہ آلوسیؒ کی قلمی کاوشیں حسن تحریر، دلکش طرز تصنیف اور اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ آپ کے تبحر علمی اور آزادی فکر کی وجہ

سے امتیازی حیثیت رکھتی ہیں۔ فتاویٰ، رسالہ جات اور اشعار کے علاوہ بیس سے زائد کتابیں آپ کی قلم سے منصہ شہود پر آئیں[۹]۔

آپ کی بعض کتابیں امتداد زمانہ سے ناپید ہو گئی ہیں مگر ان کے تذکرے سیر وتاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں، چند اہم تصانیف درج ذیل ہیں۔

روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، الأجوبة العراقية عن الأسئلة الإ راضية، حاشية شرح القطر، البيان شرح البرهان فی إطاعة السلطان، شرح سلم العروج، دقائق التفسير، فوائد وتعليقات فی النحو۔

تفسیر روح المعانی کا تعارف

نام:

علامہ آلوسیؒ نے اپنی تفسیر کا نام "روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" رکھا ہے۔ مقدمہ میں اس نام کی وجہ تسمیہ لکھتے ہیں: میں نے اس تفسیر کو مکمل کرنے کے بعد اس کے نام کے بارے میں سوچنا شروع کیا تو کوئی پسندیدہ نام ذہن میں نہیں آیا، میں نے اپنی اس مشکل کا اظہار وزیر اعظم علی رضا پاشا کے سامنے کیا، انہوں نے فی الفور اس کا نام " روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی" تجویز کیا[۱۰]۔

سببِ تالیف:

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی کا سبب تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کئی بار میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں اپنے خیالات وافکار کو تحریر کے پنجرہ میں قید کرلوں۔ لیکن تشویش خاطر، تنگی دل اور شدت تھکاوٹ کی وجہ سے میں ایسا نہ کرسکا۔ یہاں تک کہ میں نے رجب ۱۲۵۲ ہجری میں خواب دیکھا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے زمین وآسمان لپیٹنے اور زمین کو طولاً عرضاً جدا کرنے کا حکم دیا تو میں نے ایک ہاتھ آسمان کو اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کو پانی کے مستقر سے نیچے رکھا۔ میرے خیال میں یہ کوئی براگندہ خواب نہیں تھا نیز میں اسے وہم کا خیال نہیں سمجھتا تھا۔ جب

میں بیدار ہوا اور میں نے خواب کی تعبیر تلاش کرنا شروع کیا تو بعض کتب میں تعبیر ملا کہ یہ تالیف تفسیر کو اشارہ ہے۔ تو میں نے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تفسیر لکھنا شروع کیا۔

زمانۂ تالیف:

علامہ آلوسیؒ نے اس تفسیر کو پندرہ سال کی شبانہ روز محنت کے بعد مکمل کیا۔ مقدمہ میں رقم طراز ہیں: میں نے اس تفسیر کا آغاز ۱۶ شعبان ۱۲۵۲ھ کو بوقت شب کیا اور اس وقت میری عمر چونتیس سال تھی[۱۱]۔ تفسیر کی تکمیل کی تاریخ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: منگل کی رات ۱۲۷۷ھ کو مجھے قرآن کریم کی تفسیر مکمل کرنے کی سعادت نصیب ہوئی[۱۲]۔

علامہ آلوسیؒ کا منہج:

علامہ آلوسیؒ کی تفسیر کا شمار عربی زبان کے ممتاز تفاسیر میں ہوتا ہے، انہوں نے اس تفسیر میں مختلف قسم کے علوم وفنون جمع کیے ہیں۔ یہ تفسیر ہر لحاظ سے تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر بالماثور، فقہی مسائل، علم النحو، علم الصرف وغیرہ علوم وفنون کا ذخیرہ ہے۔

تفسیری اصولوں کا التزام:

تفسیر روح المعانی میں علامہ آلوسیؒ نے روایت اور درایت دونوں کا منہج اختیار کیا ہے، اسی وجہ سے تفسیر بالرائے کے اقسام میں روح المعانی کو تفسیر بالرائے المحمود کا درجہ ملا ہے۔ علامہ آلوسیؒ کسی آیت کا تفسیر کرتے وقت تفسیر القرآن بالقرآن، تفسیر القرآن بالسنۃ، تفسیر القرآن باقوال الصحابۃ اور تفسیر القرآن باقوال التابعین کا اصول مد نظر رکھتے ہیں۔ یہ بنیادی اصول تفسیر روح المعانی میں بالترتیب ہر جگہ نظر آتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ اولاً تفسیر القرآن بالقرآن کا اہتمام کرتے ہیں اور اس کو تمام تفاسیر پر مقدم کرتے ہیں۔ تفسیر بالقرآن کے بعد ان کی دوسری نمایاں کوشش تفسیر بالسنۃ ہوتی ہے۔ مختلف روایات واحادیث ذکر کرتے ہوئے حدیث کا جائے ورود/سبب ورود پیش کرنے کا اہتمام کرتے ہیں اور آخر میں ترجیحی روایت پیش کرتے ہیں۔ قرآن کی تفسیر صحابہ کے اقوال سے کرتے ہیں اور پھر تابعین وتبع تابعین اور ائمہ سلف کے آثار بھی نقل کرتے ہیں۔

سورۃ کا تعارف کرنا:

امام شہاب الدین آلوسیؒ سورۃ کی تفسیر کے آغاز میں اس سورۃ کا نام ذکر کرتے ہیں، پھر اس سورۃ کے مکی یا مدنی ہونے کا تذکرہ کرتے ہیں اور اس میں علماء کرام کے آراء نقل کرتے ہیں، اقوال کی ترجیح وتضعیف بھی کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الفاتحہ کے آغاز میں لکھتے ہیں:

"اختلف فيها، فالأكثرون على أنها مكية بل من أوائل ما نزل من القرآن على قول وهو المروى عن على وابن عباس وقتادة وأكثر الصحابة[۱۳] وعن مجاهد أنها مدنية وقد تفرد بذلک حتى عد هفوة منه، وقيل: نزلت بمكة حين فرضت الصلاة وبالمدينة لما حولت القبلة ليعلم أنها فى الصلاة كما كانت وقيل بعضها مكى وبعضها مدنى ولا يخفى ضعفه[۱۴] ".

سورۃ کے دیگر نام کا تذکرہ کرنا:

اگر ایک سورۃ کے متعدد نام ہوں تو ان کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔ بعض اوقات ساتھ میں وجہ تسمیہ بھی بیان فرماتے ہیں مثلا سورۃ الفاتحہ کے اسماء کے متعلق لکھتے ہیں: ''ولهذه السورة الكريمة أسماء أوصلها البعض إلى نيف وعشرين، أحدها: فاتحة الكتاب لأنها مبدؤه على الترتيب المعهود لا لأنها يفتتح بها فى التعليم وفى القراءة فى الصلاة[۱۵]".

مکی ومدنی ہونے کی وضاحت کرنا:

اگر سورۃ یا آیات کے مکی مدنی ہونے میں اختلاف ہو تو اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں، جیسے سورۃ الانعام ہی کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

"أخرج النحاس فى ناسخه عن الحبر أنها مكية إلا ثلاث آيات منها فإنها نزلت بالمدينة (قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ) إلى تمام الآيات الثلاث وأخرج ابن راهويه فى مسنده وغيره عن شهر بن حوشب أنها مكية إلا آيتين(قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ) واللتى بعدها[۱۶]".

تعداد آیات کی وضاحت کرنا:

تعداد آیات میں اختلاف کی وضاحت بھی کرتے ہیں، سورۃ الانعام ہی کے بارے میں لکھتے ہی:

"وعدة آیاتها عند الكوفيين مأة وخمس وستون وعند البصريين والشاميين ست وستون وعند الحجازيون سبع وستون[17]".

اسبابِ نزول ذکر کرنا:

اگر آیت یا سورۃ کا شان نزول ہو تو علامہ آلوسیؒ اُسے بھی نقل کرتے ہیں لیکن فضائل وبرکات کی طرح اس میں بھی صحیح ترین سبب نزول بیان کرتے ہیں اور ضعیف سببِ نزول کی تردید کرتے ہیں۔ مثلاً تحویل قبلہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

"أخرج البخاری ومسلم فی صحيحهما عن البراء رضی الله عنه قال: صلينا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعد قدومه إلى المدينة ستة عشر شهرا نحو بيت المقدس، ثم علم الله تعالىٰ هوى نبيه عليه الصلاة والسلام فنزلت (قَدْ نَرَى)الآية[18]".

سورۃ کے فضائل وبرکات کا تذکرہ کرنا:

اگر کسی سورۃ کے فضائل موجود ہوں تو اس کا تذکرہ بھی کرتے ہیں، جیسے سورۃ الانعام ہی کے فضائل میں وارد مرویات (کہ یہ سورۃ اس شان سے نازل ہوئی ہے کہ ہزاروں فرشتے اس کی جلو میں تسبیح پڑھتے ہوئے آئے تھے وغیرہ) میں ضعیف آثار کی طرف رہنمائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "وغالبها فی هذا المطلب ضعيف وبعضها موضوع[19]".

ربط ومناسبت سورۃ/آیات بیان کرنا:

اس کے بعد سابقہ سورۃ سے ربط اور مناسبت کا ذکر کرتے ہیں، سورۃ البقرۃ کا سورۃ الفاتحہ سے ربط کے متعلق رقم طراز ہیں:

"ووجه مناسبتها لسورة الفاتحة أن الفاتحة مشتملة على بيان الربوبية أولا والعبودية ثانيا وطلب الهداية فی المقاصد الدينية والمطالب اليقينية ثالثا، وكذا سورة البقرة مشتملة على بيان معرفة الرب أولا كما فی (يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ) وأمثاله ولی العبادات وما يتعلق بها ثانيا وعلى طلب ما يحتاج إليه فی العاجل والآجل آخرا وأيضا فی آخر الفاتحة طلب الهداية وفی أول البقرة إيماء إلى ذلک بقوله:(هُدىً لِلْمُتَّقِينَ)[20]".

بسا اوقات اگر کسی آیت کی خاص فضیلت وارد ہو تو اس کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ جیسے سورۃ البقرۃ کی آخری آیتوں کی تفسیر کے بعد اس کی فضیلت میں سیدنا ابن مسعود کی مرفوعا روایت نقل کرتے ہیں: (من قرأ الآيتين من آخر سورة البقرة فى ليلة كفتاه) جس شخص نے رات کو سورۃ البقرۃ کے آخری آیات پڑھ لیں تو یہ اس کے لئے کافی ہیں[۲۱]۔

تشریح لغات:

عربی بہت ہی وسیع زبان ہے۔اس کے مفردات کا حل بھی لازمی ہے۔اس لئے اکثر مفسرین قاری قرآن کو آسانی سے سمجھانے کے لئے عربی لغت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ آیات کی تفسیر کرتے وقت لغوی تحقیق میں انتہاء تک پہنچ جاتے ہیں۔ تفسیر روح المعانی میں عربی لغات سے استناد کا ایک ضخیم ذخیرہ موجود ہے۔ یہی حل مختصر اور سہل ہے لیکن بہت ہی عمدہ اور نہایت آسان ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ بقرۃ کی آیت (وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ) (اور جو کچھ ہم نے انہیں دیا ہے[۲۲]) میں لفظ "الرزق" کے اشتقاق سے بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"والرزق بالفتح لغة الإعطاء لما ينتفع الحيوان به وقيل: إنه يعم غيره كالنبات وبالكسر إسم منه ومصدر أيضا على قول. وقيل: أصل الرزق الحظ ويستعمل بمعنى الرزق المنتفع به. وبمعنى الملک وبمعنى الشكر عند أزد. واختلف المتكلمون فى معناا شرعا فالمعول عليه عند الأشاعرة ما ساقه الله تعالىٰ إلى الحيوان فانتفع به سواء كان حلالا أو حرام من المطعومات أو المشروبات أو الملبوسات أو غير ذلک والمشهور أنه إسم لما يسوقه الله تعالىٰ الى الحيوان ليتغذى[۲۳]".

قراءات پر بحث کرنا:

علامہ آلوسی قراءات کی اختلاف کا بھی تفصیل سے ذکر کرتے ہیں، اس لحاظ سے یہ قراءات قرآنی کا ایک جامع انسائیکلوپیڈیا بھی ہے۔ مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ میں (وَمَا يَخْدَعُوْنَ) میں مختلف قراءات نقل کرتے ہیں، لکھتے ہیں:

"وقرأ الحرميان وأبو عمرو: وما يخادعون. وقرأ باقى السبعة: وما يخدعون. وقرأ الجارود وأبو الطالوت: وما يخدعون بضم الياء مبينا للمفعول. وقرأ بعضهم: وما يخادَعون

بفتح الدال مبينا للمفعول أيضا. وقرأ القتادة والعجلي: وما يخدعون من خدع مضاعفا مبينا للفاعل. وبعضهم بفتح الياء والخاء وتشديد الدال المكسورة وما عدا القراءتين الأولين شاذة[۲٤]''.

نحوی قواعد بیان کرنا:

نحو سے علامہ موصوف کو بہت شغف ہے، اور مسائل نحویہ کے ذکر میں انتہائی افراط سے جاتے ہیں، یہاں تک کہ قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ گویا وہ نحو کی کسی کتاب کو پڑھ رہا ہے، اس تفسیر میں مسائل نحو اتنے وافر مقدار میں موجود ہیں، اگر ان کو تفسیر سے نکال دیا جائے تو یہ تفسیر پندرہ کی بجائے دس جلدوں میں آ جائے۔

مسائل نحویہ کے بحث میں تمام ائمہ نحاۃ کے اقوال ذکر کرتے ہیں، اور تائید کے لیے متن بھی پیش کرتے ہیں، جیسے "الم" کے اعراب کا ذکر بڑی بسط و تفصیل سے کیا ہے، لکھتے ہیں:

''وقد اختلف الناس فى إعرابها حسبما اختلفت أقوالهم فيها فإن جعلت أسماء للسور مثلا كان لها حظ من الإعراب رفعا ونصبا وجرا فالرفع على أنها خبر مبتدأ محذوف أو مبتدأ خبر محذوف والنصب بتقدير فعل القسم أو فعل يناسب المقام وجاز النصب بتقدير فعل القسم فيما وقع بعده مجرور مع الواو ونحو(ق وَالْقُرْآنِ) مع أنه يلزم المخالفة بين المتعاطين فى الإعراب أن جعلت الواو للعطف واجتماع قسمين على شىء واحد إن جعلت للقسم وهو مستكره كما قاله الخليل وسيبويه لأن المعطوف عليه فى محل يقع فيه المجرور فيكون العطف على المحل وهقدر الجواب من جنس ما بعد أن كانت للقسم أولا حاجة للتقدير ويكتفى بجواب واحد إذ لا مانع من أحد القسمين مؤكدا للآخر من غير عطف أو يقال هما لما كانا مؤكدين لشىء واحد وهو الجواب جاز ذلک ولا وجه وجيه للإستكراه وإن كان للضلالة أب فاتقليد أبوها. والجر على إضمار حرف القسم. وقول ابن هشام أنه وهم لأن ذلک مختص عند البصريين بإسم الله سبحانه وبأنه لا جواب للقسم فى سورة البقرة ونحوها ولا يصح جعل ما بعد جوابا وحذفت اللام كحذفها فى قوله:

ورب السماوات العلى وبروجها والأرض وما فيها المقدر كائن[۲۵]''.

اشعار سے استشہاد کرنا:

صحابہ کرام اور تابعین قرآن کریم کے مشکل الفاظ کی وضاحت اشعار عرب اور لغت سے کرتے تھے۔ مولانا موصوف ادبی ذوق بھی رکھتے ہیں۔ آپ اکثر مقامات پر موقع اور محل کے مناسبت سے آیت کی تفسیر وتوضیح میں نقل کرتے ہیں، مثلاً:

"والظاهر أن (وَمَا كانُوْا مُهْتَدِيْن) عطف على ما ربحت للقرب مع التناسب والتفرع بإعتبار المعنى الكنائى وبتقدير المتعلق لطرق الهداية يندفع توطم أن عدم الإهتداء قد فهم مما قبل فيكون تكرارا لما مضى وهو إما من باب التكميل والإحتاس كقوله:

فسقى ديارک غير مفسدها   صوب الغام وديمة تهمى

أو من باب التتميم كقوله:

كأن عيون الوحش حول خبائنا   وأرحلنا الجزع الذى لم يثقب[٢٦]".

اسرائیلیات کے بارے میں علامہ آلوسیؒ کا موقف:

روح المعانی ایک تفسیر ہے اور تفسیر میں نقل کا عمل دخل زیادہ ہے اسی لئے مفسرین کو تفسیر کے حوالے سے جو بھی روایت ملتی ہے، اُس کو بلاچوں وچراں قبول کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اہل کتاب کے نو مسلم لوگوں کے قصے بھی تفسیر میں شامل کئے گئے۔ نتیجتاً تفسیر میں ہر قسم کے رطب ویابس (ضعیف، باطل، موضوعی اور اسرائیلی) روایات کو جگہ مل گئی۔ تفسیر روح المعانی اسرائیلیات سے بالکل خالی ہے۔ بلکہ علامہ آلوسیؒ اسرائیلیات اور اخبار مکذوبہ پر شدید رد کرتے ہیں، فرماتے ہیں کہ یہ اہل کتاب کے زنادقہ کی وضع کردہ ہے۔ اور ان مفسرین پر تعجب کا اظہار کیا ہے جنہوں نے اپنے کتب تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر کے بعد علامہ آلوسی ہی واحد مفسر معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے اسرائیلیات کے ساتھ محاربہ کیا ہے۔

مثلاً اللہ تعالیٰ کے قول (وَيصْنَعُ الْفُلْکَ) (چنانچہ وہ کشتی بنانے لگے[٢٧]) کی تفسیر میں لکھتے ہیں: سیدنا نوح علیہ السلام نے جس لکڑی سے کشتی بنائی تھی، ہم اس کے متعلق بہت سی کہانیاں روایت کرتے ہوئے پاتے ہیں۔ اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے بارے میں اور اس جگہ کے بارے میں جہاں یہ بنائی گئی تھی۔ ان سب کے بعد کہتے ہیں کہ میری تحقیق اور رائے اس کشتی کے

متعلقات کے بارے میں یہ ہے کہ یہ سواری کے لئے درست نہیں تھی کیونکہ یہ عیوب اور نقصانات سے خالی نہیں تھی۔

بلکہ صرف یہ یقین رکھنا ہی کافی ہے کہ سید نا نوح علیہ السلام نے کتاب اللہ میں بیان کئے ہوئے کہانی کے مطابق کشتی بنائی۔ اس کی لمبائی، چوڑائی اور اونچائی کے بارے میں غور وحوض (بحث) نہ کیا جائے اور اسی طرح اس لکڑی کے بارے میں بھی جس سے کشتی بنی ہوئی تھی اور نہ وقت کے بارے میں وغیرہ وغیرہ، کیونکہ اس کے بارے میں نہ قرآن کریم ناطق ہے اور نہ صحیح احادیث نے اس کی وضاحت کی ہے[۲۸]۔

مراجع کی نشاندہی کرنا:

علامہ آلوسیؒ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے مراجع و مصادر کی نشان دہی بھی کرتے ہیں تاکہ قاری اگر مصادر اصلیہ کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اسے کوئی تکلیف نہ ہو بلکہ وہاں سے براہ راست مستفید ہو سکے۔ اسی لئے آلوسیؒ اکثر مؤلفین کے نام اور کبھی کبھی اُن کی کتابوں کے حوالے دیتے جاتے ہیں۔

علامہ آلوسیؒ اور کائناتی مسائل:

علامہ آلوسیؒ اپنی تفسیر میں کائناتی مسائل میں استطراد (طوالت) سے کام لیتے ہیں اور اہل فلکیات اور فلاسفہ کے باتوں کا تذکرہ کرتے ہیں ان میں جو قول ان کو پسند ہو، اسے ذکر کرتے ہیں اور ناپسند مسترد کرتے ہیں۔

اشاری تفسیر کرنا:

تفسیر روح المعانی آیات مبارکہ سے تصوف کے باریک نکات کا استنباط بھی کرتے ہیں۔ علامہ آلوسیؒ نے احصاء نہیں کیا ہے تاہم جابجا آیات سے مستنبط اہم فوائد بھی ذکر کرتے ہیں۔ مثال کے طور پر:

''ومن باب الإشارة أنه تعالىٰ مثل البدن بالأرض والنفس بالسماء والعقل بالماء وما أفاض على القوابل من الفضائل العلمية والعملية المحصلة بواسطة استعمال العقل والحس وازدواج القوى النفسانية والبدنية بالثمرات المتولدة من ازدواج القوى السماوية

الفاعلة والأرضية المنفعلة بإزن الفاعل المختار، وقد يقال: إنه تعالىٰ لما امتن عليهم بأنه سبحانه خلقهم والذين من قبلهم ذكر ما يرشدهم الى معرفة كيفية خلقهم فجعل الأرض التى هى فراش مثل الأم التى يفترشها الرجل وهى أيضا تسمى فراشا، وشبه السماء التى علت على الأرض بالأب الذى يعلو على الأم ويغشاها، وضرب الماء النازل من السماء مثلا للنطفة التى تنزل من صلب الأب وضرب ما يخرج من الأرض من الثمرات مثلا للولد الذى يخرج من الأم، كل ذلک ليؤنس عقولهم ويرشدها الى معرفة كيفية التخليق وبعرفها أنه الخالق لهذا الولد والمخرج له من بطن أمه كما أنه الخالق للثمرات ومخرجها من بطون أشجارها ومخرج أشجارها من بطن الأرض، فإذا وضح ذلک لهم أفردوه بالألوهية وخصوه بالعبادة وحصلت لهم الهداية[۲۹]"۔

حدیث پر حکم لگانا:

تفسیر روح المعانی میں بے شمار روایات منقول ہیں۔علامہ آلوسیؒ اکثر حدیث کو باحوالہ نقل کرتے ہیں اور بسا اوقات حدیث پر صحیح اور ضعیف کا حکم بھی لگاتے ہیں، شاذ ونادر مواقع پر اس کی تصحیح یا تضعیف نہیں فرماتے۔تاہم شاذ ونادر مواقع پر مفتی صاحب نے حدیث پر صحیح اور ضعیف کا حکم بھی لگایا ہے۔

"من قال بكراهة ان يقال سورة كذا بل سورة يذكر فيها كزا بناء على ما روى عن أنس وابن عمر من النهى عن ذلک لا يعتد به إذ حديث أنس[۳۰] ضعيف أو موضوع وحديث ابن عمر[۳۱] موقوف عليط وإن روى عنه بسند صحيح[۳۲]"۔

فرق باطلہ کارد کرنا:

علامہ آلوسیؒ نے نہ صرف قرآن کریم کی تفاسیر احادیث وآثار صحابہ سے کی ہے بلکہ وہ اپنی تفسیر میں جابجا باطل فرقوں کا رد بھی کرتے چلے آئے ہیں۔مثلاً آیت (وَاُوْلٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ) کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"وتثبت المعتزلة والخوارج بهذه الآية لخلود تارك الواجب فى العذاب لأن قصر جنس الفلاح على الموصوفين يقتضى انتفاء الفلاح عن تارك الصلاة والزكاة فيكون مخلدا فى العذاب وهذا أوهن من بيت العنكبوت[۳۳]".

فقہی مسائل پر بحث کرنا:

علامہ آلوسیؒ احکام پر مشتمل آیات کی تفسیر کرتے ہوئے فقہی مسائل پر بحث کرتے ہیں۔ فقہاء کے اختلافی اقوال و دلائل بھی بیان کرتے ہیں اوراس سلسلے میں تعصب سے کام نہیں لیتے۔ مثلاً بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کو قرآن کریم کی آیت قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ قرآن میں سورۃ نمل کا جزء ہےاوراس پر بھی اتفاق ہے کہ سوائے سورۃ توبہ کے ہر سورۃ کے شروع میں لکھی جاتی ہے لیکن اس میں ائمہ مجتہدین کا اختلاف ہے کہ بسم اللہ سورۃالفاتحہ یا تمام سورتوں کا جزء ہے یا نہیں؟اس کے بارے میں آپ نے کئی اقوال ذکر کرکے مختلف فقہاء کرام کے حوالے دئے ہیں۔ حنفی مسلک کا قول (بسملہ علیحدہ آیت ہے سورتوں کے درمیان تبرکا فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی ہے) ذکر کرنے اور اس کی تائید کرنے کے بعد لکھتے ہیں: یہ ہمارا مشہور مذہب ہے[۳۴]۔

نتائج البحث:

علامہ آلوسیؒ خاتمۃالمحققین، عمدۃالمحققین، عمدۃالمدققین اور امام المفسرین ہیں۔آپ کی تفسیر روح المعانی کا شمار عربی زبان کے معتبر ترین تفاسیر میں ہوتا ہے۔ تفسیر روح المعانی ایک ایسا قیمتی تفسیری انسایئکلوپیڈیا ہےجو اپنی جامعیت، وسعت اور مختلف علوم وفنون کی مجموعے کی بناء پر ممتاز ہے۔آپ نے انتہائی جہد سے کام لیتے ہوئے تفسیر بالماثور، رائے محمود، فقہی، نحوی، بلاغی اور صوفی اشاری وغیرہ مختلف جہات سے اس تفسیر پہ کیا کام ہے، نیزانہوں نےانتہائی احتیاط سے اپنی تفسیر میں سلف کے اقوال اور خلف کے مقبول آراء کو درج کیا ہے، اسرائیلیات و اخبار مکذوبہ پر شدید تنقید کی ہے۔انہی خصوصیات کی وجہ سے آپ کی تفسیر وقتِ تصنیف سے لے کر آج تک مسلسل اطرافِ عالم میں مقبول ہے۔

حواشی وحوالہ جات:

۱ آلوس کی طرف نسبت ہے جو شام کے قریب دریائے فرات کے کنارے ایک بستی کا نام ہے۔(معجم البلدان۱: ۲۴۶)

۲ عبد الرزاق بن حسن بن ابراہیم البیطارمیدانی دمشقی،حلیة البشر فی تاریخ القرن الثالث والعشر، تحقیق: محمد بہجہ بیطار۱: ۱۴۵۰، دار صادر بیروت ۱۴۱۳ھ = ۱۹۹۴ء

۳ پطرس بستانی، دائرۃ المعارف الاسلامیہ۱: ۳۴۴، بیروت، طبع ۱۹۵۶ء

۴ آلوسی، شہاب محمود بن عبد اللہ حسینی،روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، تحقیق: ماہر حبوش۱: ۱۹۰، مؤسسۃ الرسالۃ ۱۴۳۱ھ = ۲۰۱۰ء

۵ الاعلام ۷: ۱۷۶

۶ غرائب الاغتراب ونزہۃ الالباب ۳

۷ المسک الاذفر ۱۳۵

۸ فہرس الفہارس ۱: ۱۴۰

۹ اعلام العراق ۲۵

۱۰ تفسیر روح المعانی۱: ۱۰۱

۱۱ تفسیر روح المعانی۱: ۱۰۲

۱۲ تفسیر روح المعانی ۲۹: ۴۸۵

۱۳ تفسیر البحر المحیط ۱: ۲۹

۱۴ تفسیر روح المعانی۱: ۱۶۹

۱۵ تفسیر روح المعانی۱: ۱۷۲

۱۶ ابن راہویہ،ابو یعقوب اسحاق بن ابراہیم بن مخلد بن ابراہیم الحنظلی المروزی، مسند اسحاق ابن راہویہ، تحقیق: ڈاکٹر عبد الغفور بن عبد الحق البلوشی، ۴: ۲۳۰، حدیث: ۲۰۳۸، مکتبۃ الایمان مدینہ منورہ، طبع اول ۱۴۱۲ھ = ۱۹۹۱ء

۱۷ تفسیر روح المعانی ۵: ۸

۱۸ تفسیر روح المعانی ۳: ۱۸

۱۹ تفسیر روح المعانی ۶: ۸

۲۰ تفسیر روح المعانی ۱: ۳۱۸

۲۱ صحیح بخاری، کتاب المغازی (۶۴) باب، حدیث: ۴۰۰۸؛ صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرہا (۶) باب فضل سورۃ الفاتحہ وخواتیم سورۃ البقرۃ (۴۳) حدیث: ۲۵۵-(۸۰۷)

۲۲ سورۃ البقرۃ ۲: ۳

۲۳ تفسیر روح المعانی ۱: ۳۶۱

۲۴ تفسیر روح المعانی ۱: ۴۲۵

۲۵ تفسیر روح المعانی ۱: ۳۳۲

۲۶ تفسیر روح المعانی ۱: ۴۵۸

۲۷ سورۃ ہود ۱۱: ۳۸

۲۸ تفسیر روح المعانی ۱۱: ۴۴۱

۲۹ تفسیر روح المعانی ۲: ۲۷

۳۰ سیدنا انس کی روایت ہے: لا تقولوا سورة البقرة ولا سورة آل عمران وسائر القرآن ولكن قولوا: السورة التى يذكر فيها البقرة والسورة التى يذكر فيها آل عمران والقرآن على نحو هذا۔ (بیہقی، ابو بکر، احمد بن حسین بن علی بن موسیٰ خسروجردی، شعب الایمان، تحقیق: ڈاکٹر عبد العلی عبد الحمید حامد کتاب تعظیم القرآن (۱۹) فصل فی الاستشفاء بالقرآن، حدیث: ۲۳۴۶، مکتبۃ الرشد للنشر والتوزیع بالریاض بالتعاون مع الدار السلفیۃ بمبی ہند، طبع اول ۱۴۲۳ھ = ۲۰۰۳ء) یہی روایت ضعیف ہے کیونکہ اس کی سند میں عبیس بن میمون ہیں جو امام بخاری اور امام احمد کے نزدیک منکر الحدیث جب کہ امام ابو داؤد اور یحییٰ بن معین کی تصریح کے مطابق ضعیف ہے۔ (امام بخاری، ابو عبد اللہ، محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن مغیرۃ، التاریخ الکبیر ۷: ۹، ت: ۳۵۹، دائرۃ المعارف الاسلامیہ حیدرآباد دکن، بدون تاریخ؛ ابن عدی، ابو احمد بن عدی جرجانی، الکامل فی ضعفاء الرجال، تحقیق: عادل احمد عبد الموجود وغیرہ ۷: ۹۰، ت: ۱۵۳۷، دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۸ھ = ۱۹۹۷ء)
امام بیہقی روایت نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: اس میں عبیس منکر الحدیث ہے، روایت درست نہیں۔ (شعب الایمان ۴: ۱۷۲)

۳۱ سیدنا ابن عمر کی روایت ہے: لا تقولوا سورة البقرة ولكن قولوا :السورة التى يذكر فيها البقرة- (شعب الایمان، کتاب تعظیم القرآن (۱۹) فصل فی الاستشفاء بالقرآن، حدیث: ۲۳۴۷) شعب الایمان میں یہی روایت سیدنا ابن عمر سے موقوفا مروی ہے۔

۳۲ تفسیر روح المعانی ۱: ۱۷۱

۳۳ تفسیر روح المعانی ۱: ۳۷۸

۳۴ تفسیر روح المعانی ۱: ۱۸۲